سیدہ حنا کے افسانوں پر نسائی تحریک کے اثرات

احمد بلال پی ایچ ڈی سکالر
پروفیسر ڈاکٹر محمد عباس، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

Abstract

Throughout history, women have endured marginalization and oppression, confronting formidable challenges in diverse civilizations, cultures, and nations. With the exception of Islam, few other religions have granted women their rightful rights. In most societies, women have been objectified for pleasure and comfort, diminishing their inherent humanity. Contemporary writers have ardently endeavored to depict women as autonomous individuals, endowing them with their unique identities. SayyedaHina is a notable feminist author who recognizes that women in our society encounter issues analogous to those experienced in non-Muslim communities. Guided by feminist principles and the values championed by the feminist movement, Hina seeks to highlight the multifaceted challenges confronting women. Hence, it is my earnest intention to acquaint readers with the ideas of this writer, in the anticipation that they will find her work engaging and enlightening.

کلیدی الفاظ: جنس، تہذیب، پدر سری نظام، یونان، بدی کی جڑ، نسائیت، قومیت، تخلیقِ کائنات، طوائف، وصیت

تخلیق کائنات میں انسان سب سے انوکھی اور حیران کن جنس ہے۔ جس کے ساتھ عقل وفکر کی لازوال دولت کے ساتھ ساتھ کائنات کی دیگر چیزوں کو تسخیر کرنے کا گُر بھی موجود ہے۔ انسان عورت اور مرد پر مشتمل الٰہی تخلیق ہے۔ اللہ کے نزدیک کسی ایک کو دوسرے پر کوئی ترجیح یا فوقیت نہیں، سوائے اللہ سے محبت اور تقوی کے۔ دونوں ایک گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ زندگی کی گاڑی کو چلانے کے لئے ہر دو میں سے ہر ایک انتہائی ضروری ہے۔ لیکن بسا اوقات دیکھنے میں آیا ہے کہ نہ صرف قرون اولیٰ بلکہ دنیا کے بعض خطوں میں آج بھی مرد کو برتر، بالادست اور قوی سمجھا جاتا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں عورت کو کم تر، حقیر اور کمزور تصور کیا جاتا ہے۔ تاریخ عالم اٹھا کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یونان جسے علم کا گہوارا مانا جاتا ہے وہاں عورت کو محض بچوں کا کارخانہ خیال کیا جاتا رہا ہے۔ یونان میں عورت کے بارے مولانا سید جلال الدین عمری نے اپنی کتاب ”عورت اسلامی معاشرے میں“ لکھا ہے کہ:

"وہاں ازدواج کا مقصد خالص سیاسی رکھا گیا یعنی اس سے طاقتور اولاد پیدا ہو جو حفاظت ملک کے کام آئے، اسپاٹا کے قانون میں یہ تصریح موجود تھی کہ ضعیف القویٰ شوہروں کو اپنی جوان اور کمسن بیویاں کسی جوان کے حبالہ عقد میں دے دینی چاہئیں تاکہ فوج میں قوی سپاہیوں کی تعداد میں اضافہ ہو۔ عورت کی وقعت اور مقام کا یہ حال تھا کہ مرد اپنی زندگی میں جس دوست کو چاہتا وصیت میں اپنی عورت (بیوہ) کو نذر کر سکتا تھا اور بیوی کو ہر حال میں شوہر کی وصیت کو ماننا پڑتا تھا۔"(۱)

یونانی دیومالائی قصوں میں ایک خیالی اور فرضی عورت پانڈورا(Pandora) کو تمام انسانی مشکلات اور مصائب کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا تھا۔

قدیم روم میں بھی عورت ایک منقولہ جائیداد کی حیثیت رکھتی تھی۔ باپ جہاں چاہتا بیٹی کو بیچ سکتا تھا۔ رومی عورت کے بارے میں عبدالقیوم ندوی لکھتے ہیں۔

"رومی، عورت کو شوہر کی ملکیت قرار دیتے تھے اور منجملہ جائیداد منقولہ میں اسے بھی شمار کرتے تھے"(۲)

پانچویں تا دسویں صدی عیسوی میں یہی صورت حال یورپ میں بھی تھی۔ وہاں بھی تمام برائیوں کی جڑ عورت تصور کی جاتی تھی۔ نیکی کا تصور مرد جبکہ بدی کا تصور عورت سے منسلک خیال کیا جاتا تھا اس بارے میں جلال الدین عمری لکھتے ہیں:"John Stuortimll" اپنی کتاب "محکومیت نسواں" میں لکھتا ہے۔

"انگلستان کے قوانین میں مرد کو عورت کا مالک تصور کیا جاتا تھا بلکہ وہ اس کا بادشاہ مانا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ شوہر کے قتل کا اقدام قانونی اصطلاح میں بغاوت ادنی کہلاتا تھا اور اگر عورت اس کا ارتکاب کرے تو اس کی پاداش میں اسے جلادینے کا حکم تھا"۔(۳)

چین میں بھی عورت کی پیدائش کو محض مردوں کو خوش رکھنا تھا۔ دسویں صدی کے بعد اور بیسویں صدی کے آغاز تک چین میں خواتین کے پاؤں کو ایک کپڑے سے باندھنے کا رواج تھا جسے وہ "فٹ بائنڈنگ" کے نام سے یاد کرتے تھے۔ اس رواج کا مقصد عورت کی نقل و حمل کو محدود کرنا تھا۔ چین میں "سینگ کونگ" کی روایت کے تحت عورت گویا مرد کی غلام تھی۔ چین والوں کا خیال تھا کہ

عورت کی پیدائش اس کے پہلے جنم کے گناہوں کا نتیجہ ہے جس کی وجہ سے مرد سے عورت بنایا گیا ہے۔ اس روایت کے سبب عورت خود کو گنہگار سمجھتی تھی۔ سوائے اسلام کے دنیا کی دیگر تہذیبوں اور ممالک میں بھی تقریباً یہی صورت حال تھی۔

انہی مظالم کے رد عمل میں فرانس سے آوازیں اٹھنے لگیں۔ عورت نے عورت کے حق میں لکھنا شروع کیا۔ 1949ء میں سیمون دی بوانے پہلی بار عورت کے حق میں اپنی کتاب "دی سیکنڈ سکس" شائع کی پھر 1982ء میں "When Things of The spirit come First" جیسی مشہور کتاب لکھی۔

آہستہ آہستہ فرانس سے یہ احساس مشرق کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اور یہاں کے لکھاریوں کو عورت کے حق میں لکھنے اور سوچنے پر مجبور کیا۔ اردو ادب میں سب سے پہلے ڈاکٹر رشید جہاں اور عصمت چغتائی وغیرہ نے دل کھول کر لکھا۔ رفتہ رفتہ یہ آوازیں موجودہ پاکستان کے شمالی علاقوں تک پہنچ گئیں اور اس طرح سیدہ حنا جیسی خواتین نے اس جہاد میں اپنا حصہ ڈالا۔

مندرجہ بالا تمہید سے ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ عورت عرصہ ء دراز سے مقہور اور معذوب چلی آرہی ہے۔ اس احساس کو بڑی حد تک خواتین لکھاریوں نے بڑی شدت سے محسوس کیا۔ پھر انہوں نے اس کیفیت میں کمی لانے اور اس کے منفی اثرات کو زائل کرنے کے لئے شعوری کوشش شروع کی۔ اس بارے میں نظم اور نثر دونوں میں بھرپور انداز میں لکھا۔ ان لکھاریوں میں ایک نام بھوپال سے ہجرت کرکے پاکستان منتقل ہونے والی سیدہ حنا تھیں۔

سیدہ حنا، ایک اجمالی تعارف:

سیدہ حنا کے والد کا نام سید سجاد علی تھا۔ آپ کی والدہ محترمہ شکور النساء ایک نہایت دین دار خاتون تھیں۔ سیدہ حنا 25 دسمبر 1935ء کو بھوپال میں پیدا ہوئی۔ اس بارے میں محمد کامران ہوتی لکھتے ہیں:

> "سیدہ حنا دنیائے ہجر و ماتم میں بروز بدھ پچیس دسمبر 1935ء کو بھول پال (انڈیا) میں پیدا ہوئیں۔ ادبی دنیا میں سیدہ حنا کے نام سے جانی جاتی ہے۔ ان کا نام والد صاحب نے اپنے ایک پیر (مرشد) کی خواہش پر رکھا تھا۔"(۴)

ادبی خدمات:

سیدہ حنا نے 1969ء میں ایک ناول ''تنہا اداس لڑکی'' لکھ کر مکتبہ ارژنگ پشاور سے طبع کروایا۔ 1971ء کی تقسیم پاکستان کے پس منظر میں ایک افسانوی مجموعہ ''پتھر کی نسل'' لکھ کر 81-1980ء میں شائع کروایا۔ 1985ء میں دوسرا افسانوی مجموعہ ''جھوٹی کہانیاں'' لکھ ڈالا۔ 1990ء میں شعری مجموعہ ''عشق سے طبیعت نے'' لکھ کر 1994ء میں شائع کروایا۔ 1997ء میں ایک اور ناول ''شہر زاد'' جس کے آخر میں چار افسانے بھی شامل ہیں شائع کرواکر منظر عام پر آئی۔

سیدہ حنا کے افسانوں پر نسائی تحریک کے اثرات:

سیدہ حنا نے اپنے افسانوں میں نسائیت کا عنصر اجاگر کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ افسانہ ''سوچ کی آنچ'' میں صوفیہ نورین ایک تعلیم یافتہ حسین و جمیل خاتون ہے۔ وہ ایک سکول میں پڑھاتی ہے۔ لیکن جب وہ بس سٹاپ پر بس کا انتظار کرتی ہے تو وہاں موجود اوباش نوجوان عجیب عجیب حرکتوں سے اس کا جینا حرام کرتے ہیں۔ کبھی اس کو اشارے کرکے کبھی آوازیں کستے ہوئے دکھائے دیتے ہیں اور یوں اسے اپنی ذات انسان نہیں بلکہ کوئی اور غیر مانوس شے معلوم ہوتی ہے۔ افسانہ ''بل'' میں پدر سری نظام کی خوب خبر لی ہے۔ اس میں ایک لڑکی صدف کا رشتہ اس کا باپ اظہر نامی لڑکے سے طے کرتا ہے لیکن جب اس کا باپ مر جاتا ہے تو اس کا کزن اس پر تعلیم کے دروازے بند کرنا چاہتا ہے کیونکہ اب صدف کے گھر میں کوئی اور نرینہ شخص باقی نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ پرانا رشتہ زبردستی ختم کرا کے ایک ان پڑھ مگر مالدار دوست کے ساتھ شادی کراتا ہے۔ اسطرح افسانہ ''بُری عورت'' اشرف النساء نامی لڑکی کا قصہ ہے۔ اس کے والدین 1857ء کی جنگ آزادی میں مارے جاتے ہیں۔ جب اشرف النساء آٹھ نو سال کی ہوئی تو وہ عاقل نگر کے پانچ نواب بھائیوں کے ہاتھ لگتی ہے۔ وہ اسے دینوی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ تربیت دینے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ یہ معصوم بچی بڑے ''نواب'' کو محبت سے ''بابا'' کے نام سے پکارتی ہے۔ لیکن ایک رات ''بابا'' اشرف النساء کے خلوت خانے میں آتا ہے اور اشرف النساء کو بابا چچا اور بھائی کی جو خوش فہمی ہو رہی تھی وہ پارہ پارہ ہو کر ٹوٹ جاتی ہے-ان نوابوں اور اشرف النساء کے بارے میں سیدہ حنا لکھتی ہیں۔

> ''وہ طوائف نہیں تھی، ہاں اس نے عاقل نگر کی اس حویلی میں پرورش ضرور پائی تھی۔ جس کی حیثیت عاقل نگر کے رہنے والوں کی نگاہوں میں بزرگوں کی خانقاہ سے کم نہ تھی۔ اور اس کی نظر میں قحبہ خانے سے بھی بدتر جگہ تھی یہ نوابوں کی حویلی تھی۔ جس میں پانچ بھائی اپنے اپنے خاندان کے ساتھ رہتے تھے۔ وہ سب ہی معمر باریش اور دیندار

انسان تھے۔ اشرف النساء نے ان لوگوں میں بیٹیوں کی طرح پرورش پائی تھی۔ سب سے بڑے بھائی کو وہ بابا کہتی۔ باقی سب کو چچا کہتی تھی......۔۔۔ حویلی میں رہ کر اس نے قرآن پڑھا، بہشتی زیور پڑھا تھا۔ واعظوں کے وعظ سنے تھے اور ایک دن اس نے بابا سے پوچھا کہ یہ گناہ نہیں ہے؟ اور بڑے اعتماد سے انہوں نے کہا تھا "بالکل نہیں" اپنے گھر کا پھل سبھی کھاتے ہیں۔ کیا وہ شخص جو اپنے گھر میں لگے ہوئے پودوں کو مدتوں سینچتا ہے اس کی آبیاری اور دیکھ بال کرتا ہے، اس کا پھل کھانے کا حق نہیں رکھتا؟ بابا کے بعد چچاؤں نے بھی اس پھل کی طرف ہاتھ بڑھایا اور پھر ان کے بیٹوں نے بھی"۔(۵)

افسانہ "پتھر کی نسل" ایک ایسی بے بس لڑکی کی داستان ہے جو تعلیم حاصل کرنے کے لئے تڑپ رہی ہے مگر اس کے والدین لڑکیوں کی تعلیم کے سخت مخالف ہیں۔ جب وہ اپنے چچا کے ہاں بطور مہمان جاتی ہے اور چچا کے گھر کے قریب والے سکول سے بچوں بچیوں کی آوازیں سنتی ہے تو وہ بہت خفا ہوتی ہے گاؤں جا کر اپنے والدین سے اپنی خواہش پورا کرنے کا اظہار کرتی ہے سیدہ حنا لڑکی کی خواہش کا ذکر کچھ یوں کرتی ہیں۔

"گاؤں واپس آکر ایک دن بے اختیار اس نے دادا ابا سے اپنے دل کی بات کہہ ڈالی اور دادا ابا جیسے سن ہو کر رہ گئے۔ ان کی پتھرائی ہوئی آنکھیں کتنی ہی دیر سے اس کے منتظر چہرے پر جمی رہیں۔ پھر انہوں نے بڑے غیر جذباتی، بڑے ہموار لہجے میں کہا "نہیں یہ بات ہماری قدیم روایات کے خلاف ہے، ہمارے خاندان میں کبھی ایسا نہیں ہوا۔'(۶)

"افسانہ پیاسی جھیل" میں مصنفہ نے ایک ایسی لڑکی کو موضوع بحث بنایا ہے جو ایک لڑکے احمد حسن سے محبت کرتی ہے۔ ماں باپ بھی اس رشتے پر راضی ہیں۔ لیکن جب شہناز سکول میں استانی لگتی ہے اور تنخواہ شروع ہو جاتی ہے تو پھر ماں باپ کی نظریں بیٹی کی چاہت اور محبت کی جگہ اس کی جیب پر ہوتی ہیں اور وہ اس رشتہ سے انکار کرکے اپنی بیٹی کے ارمانوں کا جنازہ نکال دیتے ہیں۔ رشتہ کو ختم کرنے کے لئے شہناز کے والدین کی دلیل بازی ملاحظہ ہو۔

"ابا دھاڑنے لگے۔۔۔۔ وہ کمینے ہے۔۔۔۔۔ وہ بدمعاش ہے۔۔۔۔۔۔۔ وہ سگریٹ پیتا ہے۔ وہ فلمیں دیکھتا ہے۔ میں اسے اپنی بیٹی ہرگز نہیں دون گا۔ دادی گود پھیلا پھیلا کر کوسنے لگیں، ہائے بیڑہ غرق ہو جائے ان کا، کیسے لالچی ماں بیٹے ہیں، تنخواہ کا لالچ نہ ہوتا تو ہمارے ہاں کیوں آئے۔۔۔۔۔ اس رات اس نے خواب دیکھا کہ اس کا جسم ایک لمبی چوڑی جھیل میں بدل گیا ہے۔ ابا، اماں، دادی اور چھوٹے بہن بھائی اس کے گرد گھیرا ڈالے کھڑے ہیں۔ ان سبھوں کے

ہاتھوں میں پانی کے خالی برتن تھے۔کسی کے ہاتھ میں بالٹی تھی، کسی کے ہاتھ میں ڈبہ تھا، کسی کے ہاتھ میں لوٹا تھااور کوئی خالی گلاس ہی اٹھائے دوڑا چلا آرہا تھا۔۔۔۔پانی۔۔۔۔۔۔پانی۔۔۔۔۔ ہم پیاسے ہیں ہمیں پانی دو۔۔۔۔۔۔ ہمیں سیراب کرو۔"(۷)

سیدہ حنا ایک حقیقت پسند مصنفہ تھیں۔معاشرے کے اونچ نیچ پر اس کی گہری نظر تھی، خصوصاً بے سواد طبقہ کے جملہ مسائل اس کی نظر میں تھے اور یہی وجہ تھی کہ آپ کے سارے مجموعوں میں سوائے چند ایک افسانوں کے باقی تمام کے تمام خواتین کے مسائل اور مشکلات کو سامنے رکھکر لکھے گئے ہیں۔اور یوں انہوں نے تحریک نسواں میں اپنا حصہ بطریق احسن ڈالا ہوا ہے۔

اپنے ایک شعر میں اس جانب یوں اشارہ کرتی ہے

یہ بحر ہے یا وسعت تخیل کا عالم
لہریں ہیں کہ فنکار کہیں سوچ رہا ہے

(سیدہ حنا)

حوالہ جات

۱۔ جلال الدین عمری مولانا، عورت اسلامی معاشرے میں، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلی شرز، نئی دہلی، 2011ع، ص26
۲۔ ندوی عبدالقیوم مولانا، اسلام اور عورت البدر پبلی کیشنز لاہور، 1983ء، ص25
۳۔ عمری سید جلال الدین مولانا عورت اسلامی معاشرے میں مرکزی مکتبہ اسلامی پبلی شرز نئی دہلی، 2011ء، ص28
۴۔ ہوئی محمد کامران، سیدہ حنا کی ادبی خدمات، ایم فل مقالہ غیر مطبوعہ، نادرن یونیورسٹی نوشہرہ 16-2015 ص24
۵۔ سیدہ حنا بڑی عورت مشمولہ پتھر کی نسل، ادارہ ابلاغ پشاور طبع دوم 1992، ص92
۶۔ سیدہ حنا پتھر کی نسل ص105
۷۔ سیدہ حنا، پیاسی جھیل، مشمولہ جھوٹی کہانیاں، لاہور، اشاعت اول 1958ء ص57-56